خیر الدین پاشا تونسی

خیر الدین پاشا جنھوں نے پہلے تونس میں پھر سلطنت عثمانیہ میں وزیر اعظم کی حیثیت سے اہم خدمات انجام دیں اسلامی دنیا کی جدید فکری تاریخ میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ قرون وسطیٰ میں غلامی کی رسم کا شکار صرف جنوب کے سیاہ فام باشندے ہی نہیں ہوئے بلکہ شمال کے حسین و خوب رُو ترکی النسل باشندے بھی غلاموں کی منڈی میں بڑی قیمت پاتے تھے۔ خیر الدین پاشا بھی ان ہی غلاموں میں سے تھے جن کو بچپن میں فروخت کر دیا گیا تھا۔ ان کا تعلق شمالی قفقاز میں آباد چرکسی ترکوں کے قبیلے ابازہ سے تھا۔ چرکسی جن کو سرکیشی بھی لکھا جاتا ہے، حسن اخلاق، شجاعت اور خوب صورتی میں بے مثل تھے اور ان ہی خوبیوں کی وجہ سے ان کی گرد و نواح کے ممالک میں بڑی مانگ تھی۔

خیر الدین پاشا کے سال پیدائش میں اختلاف ہے۔ مصری مورخ احمد امین نے اپنی کتاب زعماء الاصلاح میں ان کا سال پیدائش ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء لکھا ہے جب کہ ترک سوانح نگار ابن الامین محمود کمال نے ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۱ء، ۱۲۳۸ھ/ اور ۱۲۴۲ھ بیان کرنے کے بعد ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۱ء کو ترجیح دی ہے۔[1] وہ اپنے وطن پر روس کے حملے کے دوران ماں باپ سے بچھڑ گئے اور غلاموں کے تاجروں نے ان کو استنبول لا کر فروخت کر دیا، جہاں اناطولیہ کے قاضئ عسکر نقیب الاشرف تحسین بے نے خرید کر ان کی پرورش کی اور پھر ان سے تونس کے بے احمد (۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء تا ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۵ء) کے وکیل نے خرید کر ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء

---

[1] ابن الامین محمود کمال: عثمانلی دورندہ صون صدر اعظم لر (عثمانی دور کے آخری وزرائے اعظم) حصہ ۶ ص ۸۹۵ — ۹۶۰

میں تونس پہنچا دیا۔ اس وقت ان کی عمر ۱۸ سال تھی۔ احمد امین نے لکھا ہے کہ ان کا ایک بھائی بھی تھا جو مصر میں بڑے منصب پہ فائز ہوا اور بڑی دولت جمع کی۔

احمد بے نے ان کو اپنے محل میں دینی تعلیم دلائی جو قرأت، تجوید، حفظ قرآن اور کتابت پر مشتمل تھی۔ فقہ کی تعلیم بھی پائی۔ خلدون المصری نے لکھا ہے کہ خیرالدین پاشا نے بار دو (BARDO) ملٹری سکول میں جو ۱۸۴۰ء میں کھلا تھا، عربی اور اسلامی علوم کے ساتھ فوجی تعلیم بھی حاصل کی۔[۲] حصری نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ فرانسیسی زبان ترکی میں سیکھ چکے تھے۔ بعد میں خیرالدین پاشا نے علما سے ذاتی طور پر استفادہ کر کے زبان اور تاریخ کا مطالعہ کیا اور اپنے علم کو مزید وسعت دی۔[۳]

۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء میں خیرالدین تونس کی فوج میں بن باشی (BINBASHI) کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۸۴۴ء میں وہ فریق یعنی ڈویژن کے کمانڈر ہو گئے[۴] اور ۱۲۶۶ھ/۱۸۵۰ء میں امیر لواء الخیالہ ہو گئے۔[۵] ابن الامین نے لکھا ہے کہ ان کو سال دو سال بعد ترقی مل جاتی تھی۔ ان کی ملازمت کا آغاز ۳½ سو قرش تنخواہ سے ہوا اور ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں ان کی تنخواہ ۹۴ ہزار قرش تک پہنچ گئی تھی۔

خیرالدین پاشا نے جلد ہی فوجی ملازمت ترک کر دی اور سول ملازمت اختیار کر لی۔ یہاں خیرالدین پاشا کو جلد ہی اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا بہترین موقع ہاتھ آ گیا۔ وزارت خزانہ کا ایک عہدہ دار محمود بن عیاد آٹھ کروڑ قرش لے کر فرانس بھاگ گیا تھا اور اس نے حکومت تونس پر چھ کروڑ قرش کا دعویٰ کر دیا تھا۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے احمد بے نے خیرالدین پاشا کو پیرس روانہ کیا۔ جہاں وہ ۱۸۵۲ء/۱۲۶۹ھ سے ۱۸۵۶ء/۱۲۷۳ھ تک چار سال مقیم رہے۔ اس دوران کریمیا کی جنگ چھڑ گئی۔ تونس چوں کہ سلطنت عثمانیہ کا ایک حصہ رہ چکا تھا اس لیے احمد بے نے ترکوں کی مدد کے لیے

---

[۲] خلدون۔ ایس۔ الحصری: THREE REFORMERS (تین مصلحین) بیروت ۱۹۶۶ء

[۳] احمد امین: زعماء الاصلاح

[۴] خلدون الحصری: تین مصلحین (انگریزی)

[۵] احمد امین: زعماء الاصلاح

چودہ ہزار فوج مع ساز و سامان بھیجی۔ تونس کے لیے یہ بہت بوجھ تھا، اس لیے احمد بے نے اپنے جواہرات خیرالدین کے پاس بھیجے جن کو انھوں نے فروخت کر کے رقم تونس بھجوا دی لیکن یہ رقم بھی کافی نہیں ہوئی، اس لیے احمد بے نے فرانس میں قرض لینے کا حکم دیا۔ لیکن خیرالدین قرض کو پسند نہیں کرتے تھے اس لیے حکم ٹالتے رہے۔ اسی دوران احمد بے پر فالج کا حملہ ہوا اور وہ مر گیا اور قرض نہیں لے سکا۔[۵۶]

۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء میں جب خیرالدین پاشا فرانس سے واپس تونس آئے تو احمد بے کے جانشین محمد بے (۱۲۷۱ھ/۱۸۵۵ء تا ۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء) نے ان کو وزیر حرب یا الحصری کے الفاظ میں MINISTER OF MARINE بنا دیا۔ وہ اس منصب پر ۱۲۷۹ھ تک فائز رہے۔ اس زمانے میں خیرالدین پاشا نے بہت سی اصلاحات کیں۔ بندرگاہ حلق الوادی کو جو تونس کی سب سے بڑی بندرگاہ تھی ترقی دی گئی۔ دخانی جہازوں کا کارخانہ بنایا گیا اور راستوں کو ترقی دی گئی۔ خیرالدین پاشا نے حکم دیا کہ وہ جو کام بھی کریں ان کو تحریر میں لایا جائے۔ یہ طریقہ تونس میں سب سے پہلے انھوں نے ہی شروع کیا۔[۵۷] لیکن اس دور کا سب سے بڑا کارنامہ ان کی دستوری اصلاحات ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ محمد بے اور اس کے بعد محمد صادق بے (۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء تا ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء) کے دور میں جو اصلاحات کی گئیں ان کے روح و رواں خیرالدین پاشا ہی تھے۔ ان اصلاحات میں سب سے اہم مجلس شوریٰ کا قیام ہے جسے انگریزی میں سپریم کونسل اور گرانڈ کونسل کہا جاتا ہے۔

۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء میں محمد بے نے عہد الامان کے نام سے ایک اعلان جاری کیا، جس میں کہا گیا تھا کہ تونس کے تمام باشندے قانون کی نظر میں برابر ہیں کیوں کہ یہ ان کا پیدائشی حق ہے۔ انصاف ایک ایسی ترازو ہے جو ناجائز حق کے مقابلے میں جائز حق کی ضمانت ہے اور کمزور کو طاقت ور کے حملوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ اس کے بعد آئین کی تیاری کا کام شروع کیا گیا۔ خیرالدین پاشا آئینی کمیشن کے رکن مقرر کیے گئے۔ ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء میں آئین کا

---

۵۶ احمد امین: زعماء الاصلاح

۵۷ ایضاً

اعلان کیا گیا۔ آئین کے تحت ساٹھ نامزد افراد پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ قائم کی گئی۔ قانون سازی کے اختیارات بے اور مجلس شوریٰ میں تقسیم کیے گئے۔ آئین کے ساتھ اقتدار اگرچہ بے کے ہاتھ میں تھا اور وزیروں کے تقرر کا اختیار بھی بے کو دیا گیا تھا لیکن بے کو مجلس کے آگے جواب دہ قرار دیا گیا تھا۔ ٹیکسوں کو ٹھیکے پر دینے کا طریقہ منسوخ کر دیا گیا۔ عدالت کو آزاد قرار دیا گیا جو تونس کے دیوانی اور فوجداری ضابطے کے تحت فیصلے کی پابند تھی۔[8]

خیر الدین پاشا آئین کے تحت قائم ہونے والی مجلس شوریٰ کے صدر مقرر کیے گئے۔ یہ اسلامی دنیا کا جدید اصطلاح میں پہلا آئین تھا، کیوں کہ سلطنت عثمانیہ کا آئین تونس کے آئین کے سولہ سال بعد نافذ کیا گیا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ عثمانی آئین کے تحت جو مجلس مبعوثان قائم کی گئی تھی وہ منتخب ارکان پر مشتمل تھی جب کہ تونس کی مجلس نامزد ارکان پر مشتمل تھی۔

بے اور اس کے ساتھی مجلس شوریٰ کو اپنے اغراض کے تحت استعمال کرنا چاہتے تھے، علما کی ایک تعداد بھی بے کے ساتھ تھی لیکن خیر الدین پاشا کے پیش نظر صرف قومی مفاد تھا۔ اس کی وجہ سے بے اور اس کے ساتھی خیر الدین پاشا کے خلاف ہو گئے۔ ایک مرتبہ مجلس کے سامنے فرانسیسی کمپنی کی یہ خواہش پیش کی گئی کہ ماء زعفران کے آبی راستے کو قرطاجنہ اور پھر دار الحکومت تونس تک توسیع دے دی جائے۔ جب یہ تجویز مجلس میں پیش کی گئی تو اکثریت نے اس کی مخالفت کی کیوں کہ اس طرح تونس میں فرانس کے اثرات بڑھ جاتے۔ ارکان کی اکثریت چاہتی تھی کہ یہ کام حکومت تونس خود کرے۔ اس پر صادق بے نے کہا کہ میں نے فرانسیسی قونصل سے وعدہ کر لیا ہے۔ خیر الدین پاشا نے جواب دیا کہ پھر آپ نے ہم کو کیوں جمع کیا ہے جب ہماری رائے تسلیم نہیں کرنی تھی۔ یہ کافی تھا کہ آپ اپنا فیصلہ سنا دیتے۔[9]

اسی طرح ایک اور موقع پر بے نے چاہا کہ اوقاف کی فاضل رقم فوجی کاموں پر صرف کرے اور ایک مالکی عالم سے اپنے فیصلے کے حق میں فتویٰ بھی حاصل کر لیا۔ لیکن خیر الدین پاشا نے مخالفت کی اور کہا کہ فوجی معاملات کے لیے حکومت کے بجٹ میں رقم مخصوص ہوتی ہے اس لیے اوقاف کی فاضل رقم اس وقت تک خرچ نہیں کی جا سکتی جب تک کہ بجٹ

---

[8] خلدون۔ الیس۔ الحصری: تین مصلحین (انگریزی) بیروت ۱۹۶۶ء

[9] احمد امین: زعماء الاصلاح

میں گنجائش ہے۔ اس کے علاوہ اخراجات بھی جائز ہونے چاہئیں۔ لیکن جب وہ فضول خرچی اور شہوات پر خرچ ہوں تو فاضل ادقاف پر ہاتھ ڈالنا صحیح نہیں۔

فرانس بھی شوریٰ کو پسند نہیں کرتا تھا، وہ بظاہر اصلاحات کی حوصلہ افزائی کرتا تھا لیکن خفیہ طور پر ان کو ناکام بنانا چاہتا تھا۔ نپولین سوم کا کہنا تھا کہ اگر عرب، عدالت اور حریت سے مانوس ہو گئے تو ہم الجزائر میں نہیں رہ سکیں گے۔[12]

مختصر یہ کہ مجلس شوریٰ میں مستقل طور پر اسی قسم کے جھگڑے رہتے تھے۔ چناں چہ جب خیرالدین پاشا نے محسوس کیا کہ مجلس کے ذریعے اصلاحات کی کوششیں ناکام ہو رہی ہیں تو انھوں نے ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۳ء میں مجلس کی صدارت اور وزارت حرب دونوں سے استعفیٰ دے دیا۔ انھوں نے اپنے استعفیٰ کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا کہ "میں نے تمام کام اخلاص کے ساتھ کرنے کی کوشش کی لیکن میری کوششیں بے کار گئیں۔ میں نہیں چاہتا کہ جس ملک کو میں نے اپنایا ہے اس کو دھوکا دوں۔ میں نے دیکھا کہ بے اور خاص طور پر اس کا وزیر مصطفیٰ خزنہ دار مجلس شوریٰ کے ذریعے اپنی برائیوں کے لیے وجہ جواز پیدا کرنا چاہتے ہیں" ۱۸۶۴ء میں آئین اور کونسل دونوں معطل کر دیے گئے۔

استعفیٰ کے بعد خیرالدین پاشا نے نو دس سال تک کوئی سرکاری منصب باضابطہ طور پر قبول نہیں کیا، لیکن صادق بے اور وزیر سے شخصی تعلقات قائم رکھے اور غیر رسمی طور پر بعض خدمات بھی انجام دیں۔

۱۸۴۷ء میں عبدالقادر الجزائری کے ہتھیار ڈال دینے کے بعد الجزائر پر فرانس کا اقتدار مستحکم ہو چکا تھا اور اب وہ تونس پر للچائی نظریں ڈال رہا تھا۔ تونس کو اپنی آزادی کے تحفظ کے لیے ایک حلیف کی ضرورت تھی، اور سلطنت عثمانیہ سے بہتر کوئی حلیف نہیں ہو سکتا تھا، کیوں کہ تونس ایک زمانے میں عثمانی صوبہ تھا اور اب جبکہ تونس عملاً ایک آزاد ریاست کی حیثیت اختیار کر چکا تھا سلطنت عثمانیہ سے اس کے قریبی تعلقات قائم تھے اور سلطنت عثمانیہ اب بھی اس پر بالا دستی کی دعوے دار تھی۔ سلطنت عثمانیہ سے تعلقات کو مستحکم بنانے کے لیے خیرالدین پاشا سے بہتر کوئی شخص نہیں ہو سکتا تھا جو

---

[12] احمد امین : زعماء الاصلاح

فرانس اور یورپ کے اثرات کو کم کرنے کے لیے سلطنت عثمانیہ سے تعاون کے حامی تھے۔ صادق بے نے تخت نشین ہونے کے فوراً بعد ۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء میں خیر الدین پاشا کو اس مقصد سے استنبول بھیجا بھی تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ باب عالی تونس کو ایک خود مختار علاقہ تسلیم کرنے کے ساتھ حسین خاندان کے حکمرانی کے موروثی حق کو بھی تسلیم کرلے۔ تونس اس کے صلے میں عثمانی بالادستی قبول کرنے اور خراج دینے کو تیار تھا۔ لیکن خیر الدین پاشا کو اس خفیہ سفارتی مشن میں کامیابی نہیں ہوئی۔

اب جبکہ خیر الدین پاشا تمام مناصب سے الگ ہو گئے تھے تو صادق بے نے ۱۸۶۴ء میں ان کو دوبارہ اسی مقصد کے تحت استنبول بھیجا۔ لیکن اس مرتبہ بھی ان کو کامیابی نہیں ہوئی۔ ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں خیر الدین پاشا کو تیسری مرتبہ استنبول بھیجا گیا اور اس مرتبہ وہ کامیاب ہوئے۔ اب تک فرانس کسی شکل میں تونس کو سلطنت عثمانیہ کا علاقہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھا اور صادق بے فرانس کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ۱۸۷۱ء میں جرمنی سے جنگ کے بعد فرانس اتنا کمزور ہو گیا تھا کہ وہ تونس کو سلطنت عثمانیہ کا خود مختار صوبہ قرار دینے کے فرمان کی مخالفت نہیں کر سکتا تھا۔ چناں چہ تونس پر نہ صرف یہ کہ سلطنت عثمانیہ کی بالادستی قائم ہو گئی بلکہ خیر الدین پاشا، سلطان سے بے کے خاندان میں حکومت کو موروثی کرنے سے متعلق فرمان بھی لائے[۱۱]

خیر الدین پاشا نے ۱۸۶۳ء میں حکومت سے علیحدگی کے بعد مذکورہ دو سفارتی خدمات کے علاوہ دس سال کی اس مدت میں ایک اور سفارتی کام بھی انجام دیا۔ صادق بے نے ان کو ۱۸۶۴ء میں ایک سفارتی مہم کے سلسلے میں یورپ بھیجا۔ یہ ان کا یورپ کا دوسرا سفر تھا جس کے دوران انھوں نے فرانس، جرمنی، انگلستان، اٹلی، آسٹریا، سویڈن، ہالینڈ، بلجیم اور ڈنمارک کے سفر کیے۔

فرصت کے ان ایام میں مذکورہ بالا سفارتی خدمات کے علاوہ خیر الدین پاشا نے جو دوسرا اہم کام کیا وہ اپنی فکر انگیز کتاب "اقوم المسالک" کی تصنیف ہے، جس کا

---

۱۱ تفصیل کے لیے دیکھیے البرٹ حورانی کی کتاب ARABIC THOUGHT IN THE LIBERAL AGE مطبوعہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۶۲ء

تذکرہ بعد میں آئے گا۔

وزارت عظمیٰ

خیرالدین پاشا کے استعفیٰ اور مجلس شوریٰ کے معطل ہو جانے کے بعد ملک کے خودغرض عناصر کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں رہی جس کی وجہ سے نظم ونسق درہم برہم ہو گیا۔ صادق بے نے نئے وزیراعظم خزنہ دار کو سارے امور سپرد کر دیے تھے اور وہ اس سے کسی قسم کی بازپرس نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے ملک کو خوب لوٹا۔ اس نے ٹیکس لگانے اور وصول کرنے کی آزادی حاصل کر لی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ملک قلاش ہو گیا۔ مصطفیٰ خزنہ دار نے یورپ سے قرض لے کر کام چلانا چاہا جس کی وجہ سے سات سال میں قرض کی مقدار پندرہ کروڑ فرانک تک پہنچ گئی اور قرض کا سود دینا اور ملازموں کی تنخواہیں ادا کرنا بھی مشکل ہو گیا۔ ملک کی بدحالی کو دیکھ کر یورپی حکومتوں نے قرض کے تحفظ کے لیے تونس کے معاملات میں مداخلت شروع کر دی۔ ان ملکوں کے اصرار پر ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں ایک مالی بورڈ قائم کیا گیا جو فرانسیسی، انگریز اور اطالوی نمائندوں پر مشتمل تھا۔ بورڈ کی سربراہی کے لیے صادق بے نے خیرالدین پاشا سے کہا، انھوں نے پہلے تو عذر کیا لیکن جب زیادہ اصرار بڑھا تو سربراہی قبول کر لی۔

خیرالدین پاشا نے مشکلات کا بڑی ذہانت اور جرأت سے مقابلہ کیا۔ مالی بورڈ زیادہ سے زیادہ معاملات میں مداخلت کرنا چاہتا تھا لیکن خیرالدین پاشا نے طویل مذاکرات کے بعد بورڈ کی مداخلت صرف چند آمدنیوں تک محدود کر دی۔ دوسری طرف انھوں نے ٹیکس کم کر دیے اور ان کے وصول کرنے کا ضابطہ بنایا۔ زیتون اور پام کی کاشت کی حوصلہ افزائی کی اور ان کی کاشت کرنے والوں کو بیس سال تک ٹیکس سے معافی دے دی۔ جو لوگ کثرت مطالبہ کی وجہ سے بھاگ گئے تھے ان کو واپس بلایا۔ لوگوں کی شکایات سننے کا انتظام کیا۔ ایک میدان میں ایک صندوق رکھا جس میں ہر مظلوم نام بتائے بغیر شکایت پیش کر سکتا تھا۔ اس کی کنجی اپنے پاس رکھی، وہ خود شکایت پڑھتے اور فیصلہ کرتے۔

۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں خیرالدین پاشا نے مصطفیٰ خزنہ دار کو اس کے منصب سے معزول کرا دیا۔ لوگوں نے اس کی معزولی پر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا کیونکہ وہی تونس کے تمام مصائب کا ذمہ دار تھا۔ خیرالدین پاشا نے اس پر الزامات لگا کر مقدمہ چلایا۔ عدالت نے اس کو ۲½ کروڑ

فرانسیسی ادارکے نے کا حکم دیا۔ مصطفیٰ خزنہ دار کی معزولی کے بعد صادق بے نے ۲۰ رشعبان ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء کو اس کی جگہ خیرالدین پاشا کو وزیراعظم مقرر کر دیا۔

اصلاحات

وزیراعظم بننے کے بعد خیرالدین پاشا نے اصلاح و ترقی کے کام تیزی سے شروع کر دیے۔ انھوں نے اپنے چار سالہ دور وزارت میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ عوام پر سے ٹیکس کا بوجھ ہلکا کیا سرکاری زمین کسانوں کو تقسیم کر کے زراعت کی حوصلہ افزائی کی۔ چنانچہ ان کے عہد وزارت میں مزروعہ زمین کا رقبہ ساٹھ ہزار ہیکٹر سے بڑھ کر دس لاکھ ہیکٹر ہو گیا۔

انھوں نے درآمد پر ٹیکس بڑھائے اور برآمد پر ہلکے کر دیے۔ تونس کے عدالتی نظام اور نوکر شاہی کی اصلاح کی کوشش کی۔ انھوں نے مدرسہ صادقیہ کے نام سے تونس میں پہلا جدید تعلیمی ادارہ قائم کیا جس میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم کا انتظام تھا اور عربی کے علاوہ ترکی، فرانسیسی اور اطالوی زبانیں بھی سکھائی جاتی تھیں۔ انھوں نے قدیم جامعہ زیتونیہ کے تعلیمی نظام کی اصلاح بھی کی۔ ان کتابوں کو جو مسجدوں میں بکھری پڑی تھیں یک جا کر کے تونس کی پہلی پبلک لائبریری قائم کی اور اس کو اپنی طرف سے گیارہ سو کتابیں عطیہ دیں۔ سرکاری مطبع کو ترقی دی اور علمی اور ادبی کتابوں کی اشاعت کا کام اس کے سپرد کیا۔ سرکاری جریدے الرائد التونسی کو ترقی دی اور اس میں مضامین لکھنے کی حوصلہ افزائی کی۔ اس کو اپنے نظریات کی اشاعت کا ذریعہ بنایا اور ملازمین کے لیے اس کا پڑھنا لازمی قرار دیا۔ خیرالدین پاشا نے کسٹم کا صحیح انتظام کیا، اسمگلنگ کی روک تھام کی، میزانیہ صحیح بنیاد پر تیار کرایا، اوقاف کی اصلاح کی اور صنعتوں کو قائم کرنے کی کوشش کی۔ خیرالدین پاشا کی ان اصلاحات کی وجہ سے ملک میں خوش حالی آ گئی اور حکومت کی بنیادیں مضبوط ہو گئیں۔[۲۱]

خیرالدین پاشا کی ان عظیم خدمات کے باوجود صادق بے ان سے خوش نہیں تھا۔ وہ اپنے اختیارات میں کمی کی وجہ سے ان کے خلاف ہو گیا۔ ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۶ء میں روس اور ترکی میں

---

۲۱ ان اصلاحات کی تفصیل کے لیے دیکھیے (۱) احمد امین کی زعماء الاصلاح (۲) خلدون حصری کی THREE REFORMERS اور (۳) البرٹ حورانی کی ARABIC THOUGHT IN THE LIBERAL AGE

جنگ چھڑ گئی، برطانیہ نے تونس پر زور ڈالا کہ وہ ترکی کی مدد کرے جب کہ فرانس اور اٹلی مدد کے خلاف تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تونس بڑی طاقتوں کے مفادات کا شکار ہو گیا اور صادق بے نے ان غیر معمولی حالات سے فائدہ اٹھا کر خیر الدین پاشا سے ۱۴ رجب ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء کو استعفیٰ طلب کر لیا۔ انھوں نے شیخ ظفیر آفندی کو ۱۴ رجب ۱۲۹۴ھ کو جو خط لکھا تھا اس میں استعفیٰ کے اسباب کا ذکر کیا ہے۔ اس خط کا ترکی ترجمہ ابن الامین نے صفحہ ۹۷-۸۹۸ پر دیا ہے۔

خیر الدین پاشا ترکی میں

استعفیٰ کے بعد صادق بے نے ان پر پابندیاں لگا دیں، ملازمین سرکار حتیٰ کہ دوستوں سے بھی ملنے سے منع کر دیا۔ علاج کے لیے یورپ جانے کی بھی اجازت نہیں دی[۱۳]۔ یہ صورت حال تقریباً ایک سال قائم رہی۔ اس کے بعد جب استنبول سے سلطان عبدالحمید نے شیخ ظفیر آفندی کے ذریعے دعوت نامہ بھجوایا تو صادق بے نے قونصلوں سے مشورہ کے بعد ان کو ترکی جانے کی اجازت دی۔

ترکی سے خیر الدین پاشا کا پرانا اور گہرا تعلق تھا۔ بچپن میں ان کو استنبول ہی میں فروخت کیا گیا تھا۔ ابتدائی تعلیم بھی یہیں حاصل کی تھی۔ تونس جانے کے بعد انھوں نے تونس کو سلطنت عثمانیہ سے قریب تر لانے کی پالیسی اختیار کی تھی اور اس مقصد کے لیے تین مرتبہ استنبول جا چکے تھے، اور ان کوششوں کی وجہ سے ان کو سلطان نے مختلف اعزازات بھی دیے تھے۔ ۱۲۷۶ھ جب وہ پہلی مرتبہ استنبول گئے تھے تو ان کو دوسرا رتبہ مجیدی دیا گیا تھا اور ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں جب وہ تیسری مرتبہ استنبول گئے تھے تو ان کو پہلا رتبہ عثمانی ملا تھا[۱۴]۔ خیر الدین پاشا تنظیمات کی اصلاحات کے مداح تھے اور سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کا احیا تنظیمات کے ذریعے ہو گا۔ چنانچہ ان کی کتاب اقوم المسالک کے مقدمے کا ۱/۵ حصہ تنظیمات کے دفاع میں ہے[۱۵]۔

پہلا

---

۱۳ احمد امین : زعماء الاصلاح

۱۴ ابن الامین محمود کمال : صون صدر اعظم لر جلد ۶

۱۵ خلدون الحصری

ترکی سے دعوت نامہ ملنے کے بعد خیر الدین پاشا رمضان ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں استنبول پہنچے۔ ۴ر شوال کو سلطان عبدالحمید نے ان کو رتبۂ وزارت پر فائز کیا، مجلس اعیان کے رکن مقرر کیے گئے اور بعد میں مالی کمیشن کے صدر مقرر ہوئے۔ ۹ر ذی الحجہ ۱۲۹۵ھ/ ۴ر دسمبر ۱۸۷۸ء کو وہ وزیر اعظم مقرر ہوئے[۱۶] کہا جاتا ہے کہ سلطان عبدالحمید ان کی کتاب اقوم المسالک پہلے ہی پڑھ چکے تھے[۱۷]

تونس کی طرح یہاں بھی ان کو وہی مشکلات درپیش تھیں، مالی ابتری، بڑی طاقتوں کے درمیان اقتدار کی جنگ اور سلطان کی خواہش کہ اس کے اختیارات میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو۔

ان کے مختصر عہد وزارت کا سب سے اہم واقعہ مصر کے خدیو اسمٰعیل کی معزولی ہے کیونکہ وہ سلطنت عثمانیہ سے رشتوں کو کمزور کرنے کے ذمہ دار تھا جس کی وجہ سے یورپ کی قوموں کو مصر میں مداخلت کا بہانہ مل گیا اور یہ بات خیر الدین پاشا کی بنیادی پالیسی کے خلاف تھی۔

خیر الدین پاشا نے داخلی اصلاح کی جو کوششیں کیں وہ ابتر مالی حالات کی وجہ سے ناکام ہو گئیں۔ برطانیہ نے بھی مطلوبہ قرض دینے سے انکار کر دیا۔ شروع میں سلطان عبدالحمید ان کے ساتھ معلوم ہوتے تھے لیکن جب خیر الدین پاشا نے سلطان کو اصلاحات کے ایک پروگرام پر مجبور کرنا چاہا تو سلطان ان کے خلاف ہو گئے۔

اصلاحات کے سلسلے میں سلطان خیر الدین پاشا نے سلطان کو جو عریضے پیش کیے تھے ان کو ابن الامین نے اپنی کتاب کے صفحہ ۹۰۲ سے ۹۰۵ تک درج کیا ہے اور ان مشکلات کو حل کرنے کے لیے جو تجاویز پیش کی تھیں ان کو بھی صفحہ ۹۰۵ سے ۹۰۸ تک درج کیا ہے[۱۸] جب سلطان نے ان کی تجاویز قبول نہیں کیں تو خیر الدین پاشا نے استعفیٰ دے دیا جسے

---

۱۶ ابن الامین: صون صدر اعظم لر

۱۷ البرٹ حورانی: ARABIC THOUGHT IN THE LIBERAL AGE

۱۸ ابن الامین محمود کمال: عثمانلی دورنده صون صدر اعظم لر (عثمانی دور کے آخری وزرائے اعظم) اس کتاب کی آخری جلد ۶ میں ص ۸۹۵ سے ص ۹۶۰ تک خیر الدین پاشا کے حالات ہیں۔ میرے پیش نظر استنبول ۱۹۶۵ء کی اشاعت ہے۔

سلطان نے منظور کر لیا اور اسی دن ان کی جگہ ۹ر شعبان ۱۲۹۶ھ/۲۹ر جولائی ۱۸۷۹ء کو عارفی پاشا کو صدر اعظم مقرر کر دیا۔ خیر الدین پاشا کل آٹھ ماہ وزیر اعظم رہے [19]

خیر الدین پاشا نے اپنی باقی زندگی استنبول ہی میں گزاری۔ سلطان عبد الحمید اُن کی علیحدگی کے بعد بھی ان سے مشورے کرتے رہتے تھے اور خیر الدین پاشا اپنی تجاویز پیش کرتے رہتے تھے۔ ابن الامین نے ان تجاویز کا ذکر کیا ہے جو انھوں نے ۱۲ر جمادی الاولیٰ، ۲۲ر جمادی الاولیٰ، ۲۲ر شعبان اور ۱۰ر رجب ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء کو پیش کیں، لیکن سلطان نے قبول کوئی تجویز نہیں کی۔ ہر ایک کے بارے میں کوئی نہ کوئی عذر کر دیا۔

اس دوران صدارت یعنی وزارت عظمیٰ کی بھی کئی دفعہ پیش کش کی گئی، لیکن اسے قبول کرنے کے لیے خیر الدین پاشا کی یہ شرط ہوتی تھی کہ اگر ان کا پروگرام منظور کر لیا جائے تو وہ وزیر اعظم بننے کے لیے تیار ہیں اور جب جواب میں یہ کہا جاتا کہ بادشاہ اس پروگرام پر بتدریج عمل کریں گے تو خیر الدین کہتے ان وعدوں کے ایفا کے لیے عمر نوح اور صبر ایوب درکار ہے اور یہ دونوں باتیں میرے بس میں نہیں [20]

ترکی میں برطانوی سفیر لیارڈ (LAYARD) نے لکھا ہے کہ ان کی ناکامی کی وجہ یہ بھی تھی کہ خیر الدین پاشا کا دوسرے حکام سے طرز عمل حاکمانہ اور سخت ہوتا تھا جس کی وجہ سے وہ حکام میں ہر دل عزیزی حاصل نہیں کر سکے۔ ان کا یہ انداز خود سلطان سے ملاقات کے وقت بھی برقرار رہتا تھا جسے سلطان پسند نہیں کرتے تھے [21] برطانوی سفیر کا یہ خیال جزوی طور پر صحیح ہو سکتا ہے، لیکن ترکی میں خیر الدین پاشا کو

۱۹۔ سامی کی قاموس الاعلام (۱۸۹۰ء) اور محمد ثریا کی سجل عثمانی (۱۸۹۰ء) میں بتایا گیا ہے کہ وہ مستعفی ہوئے، لیکن عثمان نوری نے اپنی کتاب "عبد الحمید ثانی و دور سلطنتی" مطبوعہ ۱۹۰۹ء میں لکھا ہے کہ وہ برخاست کیے گئے تھے، لیکن ابن الامین کی کتاب میں جو اس موضوع پر تازہ ترین اور مستند ترین کتاب ہے، خیر الدین کے استعفیٰ کا ذکر ہے۔

۲۰۔ ابن الامین محمود کمال: صون صدر اعظم لر حصہ ۶ ص ۹۳۲–۹۳۴

۲۱۔ حورانی: ARABIC THOUGHT

اپنی اصلاحات کو عملی جامہ نہ پہنا سکنے کی اصل وجہ وہی تھی جو ان کو تونس میں پیش آئی تھی یعنی حکمران کی مخالفت۔ اس کے علاوہ ابن الامین نے ان کی ناکامی کی حسب ذیل وجوہ بھی بیان کی ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ ایک ایسے شخص سے جو چرکستان میں پیدا ہوا ہو، جس نے بچپن کا ایک حصہ وہاں گزارا ہو اور ایک حصہ استنبول میں گزارا ہو، جوانی یورپ میں اور زندگی کا سب سے بڑا حصہ تونس میں گزارا ہو اور جب ساٹھ سال کی عمر ہو گئی ہو تو استنبول پہنچا ہو اور قدم رکھتے ہی باب عالی تک رسائی ہو گئی ہو، تو ایک ایسی ذات سے غیر معمولی نوعیت کی خدمات انجام دینے کی توقع رکھنا صحیح نہیں۔ وہ ملت کے مزاج سے ناواقف ہوتے، زبان سے ناواقف ہوتے[۲۲] اور مختلف اقوام پر مشتمل ملت کے مسائل سے کما حقہ واقف نہ ہونے کی وجہ سے اور بادشاہ کا اعتماد حاصل نہ کر سکنے کی وجہ سے جس کو مقصد اور بڑھانے تھے وہ اس حد تک اپنی قابلیت سے فائدہ نہ اٹھا سکے جتنی ایسے باصلاحیت اور تجربہ کار انسان سے توقع کی جا سکتی تھی۔ مرحوم اگر طویل مدت استنبول میں رہتے اور تمام حالات سے واقفیت پیدا کرتے اور امور دولت کو سالہا سال انجام دینے کے بعد رسوخ پیدا کر کے مقام صدارت تک پہنچتے تو وہ اپنے کمالات علمیہ اور اخلاق فاضلہ کی بدولت بڑی خدمات انجام دیتے اور ان کا نام ملت اور دولت کے خادموں میں لکھا جاتا۔ وہ بہرحال غلط راستوں پر چل کر مصائب کا باعث نہیں بنے اور آٹھ ماہ کی صدارت کے دوران حکومت کو سیدھے راستے پر چلانے کے لیے قلم اور زبان سے حتی المقدور کوشش کی۔ لیکن جو لوگ ان کی دیانت اور راست بازی کو اپنے مفاد کے خلاف پاتے تھے، ان مفسد اور خود غرض لوگوں نے ان پر الزام تراشی کی اور ان کے خلاف بادشاہ کے کان بھرے۔ جو لوگ ان کو اپنے مقاصد کی راہ میں رکاوٹ پا کر ان سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے ان میں کورٹ چمبرلین اور مصاحب دربار نمایاں ہیں۔"[۲۳]

---

[۲۲] ابن الامین نے لکھا ہے کہ وہ اپنے مراسلے اور یادداشتیں عربی میں لکھ کر ترکی میں ترجمے کے ساتھ پیش کرتے تھے۔

[۲۳] ابن الامین محمود کمال: صون صدر اعظم، جلد ۶

خیرالدین پاشا سردیوں میں نشان تاش میں واقع مکان میں اور گرمیوں میں خشک چشمہ (تورہ وچشمہ) والے ساحل پر واقع مکان میں رہتے تھے۔ ان کی وفات استعفیٰ کے ساڑھے دس سال بعد ۸ر جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ/ ۳۰ جنوری ۱۸۹۰ء کو ہوئی۔ وہ محلہ ایوب میں بوستان اسکارسی کے مقام پر دفن ہوئے۔ ۱۹۶۸ء میں ان کی ہڈیاں تونس لے جائی گئیں اور وہاں دفن کی گئیں۔[۲۴]

ابن الامین محمود کمال ان کے اخلاق وعادات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خیرالدین پاشا دیانت دار اور با اصول انسان تھے۔ حرص جاہ سے مبرا تھے، طبیعت میں استغنا تھا، نڈر، بے خوف، صاف بیان، حق گو، ریاکاری سے دور، جسور اور غیور انسان تھے اور ان کی یہ خوبیاں صلابت دینی کا نتیجہ تھیں۔ وہ گھر والوں کے اخلاق کا تحفظ کرتے تھے۔ نشان تاش میں واقع مکان کے سامنے والے باغیچے میں ایک کیسینو اور کھلا تھیٹر بن جانے پر اس خیال سے کہ اہل خانہ اور ملازموں کے لیے ان کی حرکتیں اور غلط قسم کے کھیل مناسب نہیں، انھوں نے دیوار اونچی کرا دی تاکہ کیسینو اور تھیٹر نظر نہ آئیں۔[۲۵]

خیرالدین پاشا نے اپنے وصیت نامے میں جو ۲۵ر محرم ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء کو تیار کیا گیا تھا وصیت کی تھی کہ ان کی متروکہ جائداد میں سے تین لاکھ چھپن ہزار آٹھ سو پچاس فرش نماز، روزے، زکوٰۃ، قربانی اور حقوق عباد کے کفارے کے طور پر مسلمان فقرا میں تقسیم کر دیے جائیں۔[۲۶]

خیرالدین پاشا کے چار لڑکے محمد نوری، محمد ہادی، محمد طاہر، محمد صالح اور دو بیٹیاں محبوبہ اور بہیہ تھیں۔ ان میں محمد صالح کو وزیر اعظم محمود شوکت پاشا کے قتل کے الزام میں دیگر ملزمین کے ساتھ رجب ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء میں پھانسی دے دی گئی۔[۲۷]

---

[۲۴] ترک دیلی واد بیاتی انسی کلوپیڈیسی جلد ۴ ص ۱۷۹، مقالہ "خیرالدین پاشا"۔
[۲۵] ابن الامین محمود کمال: صون صدر اعظم لر
[۲۶] ایضاً
[۲۷] ایضاً

اقوم المسالک

خیرالدین پاشا کی تحریروں میں ہمیں حسب ذیل چار کتابوں کے نام ملتے ہیں:
۱- اقوم المسالک جو پہلی مرتبہ تونس میں عربی میں ۱۸۶۷ء کو شائع ہوئی۔
۲- خیرالدین پاشا کے مضامین جو تونس کے فرانسیسی رسالہ (TUNISIENNE
REVUE) میں ۱۹۴۰ء اور ۱۹۵۰ء کے درمیان شائع ہوئے۔
۳- خیرالدین پاشا کی ایک یادداشت جسے انھوں نے ۳۰ نومبر ۱۸۸۲ء کو سلطان عبدالحمید کو پیش کیا تھا۔ یہ فرانسیسی میں ہے اور اس کا نام MON PROGRAMME ہے۔
۴- ان کی خود نوشت سوانح جو انھوں نے ۱۸۸۵ء اور ۱۸۸۶ء میں فرانسیسی زبان میں مرتب کی تھی۔

ان کی ان چاروں تحریروں میں اقوم المسالک کے بعد سب سے اہم یہی سوانح ہے۔ باقی دو تحریریں تاریخی اہمیت ضرور رکھتی ہیں لیکن ان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ یا تو ان میں خیرالدین پاشا کے سیاسی نظریات نہیں ہیں اور اگر ہیں تو وہ اقوم المسالک میں بیان کر دیے گئے ہیں۔

خیرالدین پاشا کی سب سے اہم کتاب اقوم المسالک فی معرفۃ الاحوال الممالک ہے جو ۱۸۶۷ء میں عربی زبان میں تونس سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک مقدمہ اور دوسرا اصل کتاب۔ مقدمہ جو ایک سو صفحات پر مشتمل ہے مستقل حیثیت رکھتا ہے اور کتاب کا سب سے فکر انگیز حصہ ہے۔ اس مقدمے کا فرانسیسی ترجمہ خود خیرالدین پاشا کی نگرانی میں ۱۸۶۸ء میں پیرس سے شائع ہوا تھا جس کا نام یہ تھا:

REFORMES NECESSAIRES AUX ETATS MUSULMANS.
(یعنی اسلامی حکومتوں کے لیے ضروری اصلاحات)

مقدمے کا عربی متن ۱۸۷۶ء میں استنبول سے اور ترکی ترجمہ ۱۸۷۸ء میں استنبول سے شائع ہوا۔ عربی ایڈیشن ۱۸۸۱ء میں قاہرہ سے بھی شائع ہوا۔ اس مقدمے نے انیسویں صدی اور اس کے بعد مسلمان دانشوروں کو بہت متاثر کیا۔ رافع طہطاوی نے اپنی کتاب المرشد الامین میں جو ۱۸۷۵ء میں شائع ہوئی تھی اس کتاب کی تعریف کی ہے۔ کواکبی نے بھی اپنی کتاب طبائع الاستبداد میں خیرالدین پاشا کا نام ان چند

ہم عصر عرب مصنفوں میں شامل کیا ہے جن کو وہ قابل تذکرہ سمجھتے تھے[۲۸]۔ خیر الدین پاشا نے اس کتاب میں اور خصوصاً مقدمے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان کا جمال الدین افغانی اور محمد عبدہ نے بھی خیر مقدم کیا، ترکی میں سبیل الرشاد کے حلقے میں جس کی سب سے نمایاں شخصیت شاعر محمد عاکف تھے ان کے خیالات کی حمایت کی[۲۹]

ترکی میں سلطان عبدالحمید نے اقوم المسالک پر پابندی عائد کر دی تھی کیونکہ اس میں نمائندہ حکومت کی حمایت کی گئی تھی۔ ابن الامین لکھتے ہیں کہ "ان کی کتاب اقوم المسالک کا عبدالرحمٰن ثریا افندی نے ترکی میں ترجمہ کیا تھا (۱۸۷۸ء) اور مطبع الجوائب (EL GEVAIB) میں چھپ گئی تھی لیکن کسی نے جاسوسی کر دی اور اس کے تمام نسخے ضبط کر لیے گئے اور ایک فرمان کے ذریعے اس کی اشاعت پر پابندی عائد کر دی"۔ اس واقعہ کو لکھنے کے بعد ابن الامین تعجب کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ایک طرف سلطان عبدالحمید خیر الدین پاشا کی تجاویز سے استفادہ کرنے کی خواہش بھی کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کی کتاب بھی ضبط کر لیتے ہیں۔ یہ بات سلطان مرحوم کے مخصوص عجائبات میں سے ہے"[۳۰]

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے خیر الدین پاشا نے فرانس اور یورپ کے دو سفر کیے تھے۔ پہلا سفر ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲ء میں کیا تھا اور اس موقع پر وہ ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء تک یعنی تقریباً چار سال پیرس میں رہے تھے۔ دوسرا سفر ۱۲۸۰ھ/۶۴-۱۸۶۳ء میں کیا تھا اس مرتبہ گو ان کو زیادہ مدت قیام کا موقع نہیں ملا لیکن اس موقع پر انھوں نے فرانس کے علاوہ انگلستان، جرمنی، ہالینڈ، بلجیم، ڈنمارک، سویڈن، آسٹریا اور اٹلی کا بھی دورہ کیا۔ اقوم المسالک لکھنے کے لیے یہ سفر مہمیز ثابت ہوئے چنانچہ ۱۸۶۴ء کے بعد جب انھیں فرصت ملی تو انھوں نے اپنے سفر یورپ کے مشاہدات کے نتائج کو کتابی شکل دے دی۔ وہ لکھتے ہیں:

---

[۲۸] خلدون الحصری: تین مصلحین (انگریزی)

[۲۹] ترک دیلی و ادبیات انسی کلوپیدیسی جلد ۴ مقالہ خیر الدین پاشا

[۳۰] ابن الامین: صون صدر اعظم لر جزو ۶ ص ۹۳۴

"فرانس میں میرا طویل قیام اور مغربی ملکوں کے وسیع سیر و سفر نے مجھے یورپی تہذیب کی بنیادوں کا مطالعہ کرنے کے قابل بنا دیا۔ میں اس طرح یورپ کی بڑی بڑی ریاستوں کے اداروں کو بھی سمجھنے کے قابل ہو سکا۔ اس سبکدوشی کی وجہ سے مجھ کو جو فرصت مل گئی تھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے یہ کتاب اقوم المسالک لکھی۔"

اقوم المسالک میں انھوں نے دولت عثمانیہ اور یورپ کے انیس ملکوں کے آئین، نظام حکومت، سیاسی اور فوجی تنظیم اور اداروں سے متعلق معلومات فراہم کی ہیں اور یورپ کا طبیعی جغرافیہ بھی پیش کیا ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے یورپ کی ترقی کے اصل سبب کو معلوم کیا ہے، مسلمانوں کے زوال کے اسباب سے بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ مسلمان یورپ کی کن باتوں کو اختیار کر کے ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتے ہیں۔ اب تک مسلمانوں کے درمیان احیائے دین کی جو تحریکیں چلتی رہی تھیں ان سب میں مسلمانوں کے زوال کا سبب صرف دین سے دوری بتایا گیا تھا، قوموں کے عروج و زوال میں جو سیاسی، معاشرتی اور سماجی عوامل اثر انداز ہوتے ہیں ان کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا تھا، جس کی وجہ سے مسلمانوں میں محدود پیمانے پر دینی اور اخلاقی میدان میں بہتری ضرور پیدا ہوئی لیکن کوئی ایسا انقلاب نہیں آسکا جو مسلمان اقوام کو ترقی کی دوڑ میں یورپ کی سطح پر لاسکتا۔ خیر الدین پاشا نے ترقی کے ان ہی سیاسی سماجی اور معاشی عوامل پر پہلی مرتبہ تفصیل سے اور دلائل سے بحث کی ہے۔ اقوم المسالک مسلمانوں کی جدید فکری تاریخ میں بنیادی اہمیت کی کتاب ہے۔ ذیل میں ہم اس سے چند اہم اقتباسات دے رہے ہیں۔ چونکہ اصل کتاب تک مجھے رسائی حاصل نہیں ہے اس لیے یہ اقتباسات احمد امین کی زعماء الاصلاح اور خلدون الحصری اور ایلبرٹ حورانی کی کتابوں سے درج کیے گئے ہیں۔

خیر الدین پاشا یورپ کی ترقی کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے وضاحت کرتے ہیں کہ "یورپ کی ترقی جغرافیائی اور طبیعی حیثیت سے بہتر ہونے کی وجہ سے نہیں ہوئی اور نہ مسیحیت اس کا باعث ہے کیونکہ اس کا دنیوی اور سیاسی امور سے کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ملکوں کی طاقت، خوش حالی اور ترقی کا راز ان کے سیاسی نظام میں ہے، جس کو خیر الدین پاشا تنظیمات سیاسیہ یعنی پولیٹیکل انسٹی ٹیوشنز (سیاسی ادارے) کہتے ہیں) یہ

نظام حریت اور انصاف پر مبنی ہے۔ ان ہی دونوں اداروں کی بدولت یورپ میں مضبوط حکومتیں قائم ہوئیں اور جب مضبوط حکومتیں قائم ہوئیں تو تحفظ اور سلامتی کی فضا پیدا ہوئی۔ اس فضا نے امیدیں پیدا کیں اور امیدوں نے ذاتی جدوجہد کے لیے راہ ہموار کی۔ انصاف اور آزادی کے بغیر نہ آرٹ ترقی کر سکتا ہے اور نہ علم اور سائنس، نہ زمینوں کے خزانے نکالے جا سکتے ہیں، نہ معاشی سرگرمیاں جاری رہ سکتی ہیں اور نہ بنک اور سرمایہ کاری کرنے والی کمپنیاں وجود میں آ سکتی ہیں"۔

وہ لکھتے ہیں کہ:

"حریت یورپی ملکوں میں علم اور تہذیب کا سرچشمہ ہے۔ یورپ میں حریت (لبرٹی) کی اصطلاح دو معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔ اوّل ذاتی آزادی کے معنوں میں، دوسرے سیاسی آزادی کے معنوں میں۔ ذاتی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے عمل میں، کمائی میں آزاد ہو اور اس کی جان اور مال محفوظ ہو، اس کے علاوہ قانون کی نظر میں وہ دوسروں کے برابر ہو۔ سیاسی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ شہریوں کو سیاسی امور میں شریک کیا جائے اور مملکت کی فلاح و بہبود میں ان کی رائے لی جائے۔ فرانس میں آزادی کا تصوّر انقلاب فرانس سے شروع ہوا اور پھر یہ تصور سارے یورپ میں پھیل گیا۔ یہ حریت ہی ہے جو شہریوں کے حقوق کا تحفظ کرتی ہے"۔

خیرالدین پاشا آگے چل کر لکھتے ہیں کہ "انصاف اور حریت کا قیام اور تحفظ قانون کی بالادستی پر ہے۔ یورپ میں قانون رعایا کے حقوق اور آزادی کا تحفظ کرتا ہے۔ طاقتور سے کمزور کو بچاتا ہے۔ یورپ میں قانون کی پابندی صرف رعایا ہی نہیں کرتی، حکمران بھی کرتے ہیں۔ جن ملکوں میں قانون کو بالادستی حاصل نہیں ہوتی ان میں ریاست کی کامیابی یا ناکامی کا انحصار بادشاہ کی ذات پر اور اس کی صلاحیت اور نیکی پر ہوتا ہے مگر قانون بذاتہ آزادی کا تحفظ نہیں کر سکتا۔ اس کی تقویت کے لیے اداروں کی ضرورت ہے۔ بادشاہ کو بے انصافی سے روکنے کے لیے پابندیاں ہونی چاہئیں"۔

"جب کوئی قوم اپنی بیشتر ضروریات کی فراہمی کے لیے دوسروں پر بھروسہ کرتی ہے تو یہ بات اس کی پستی کا ثبوت ہے۔ اس طرح اس کی ساکھ ختم ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی معاشرہ اپنی ضروریات کی اشیا خود تیار نہ کرے تو وہ کمزور اور غریب ہو جاتا ہے کیونکہ

پیداوار دولت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ایسی مملکت جس میں توازن ادائیگی ناموافق ہو، تباہی اس کا مقدر ہو سکتی ہے۔ دوسرے ملکوں پر انحصار خصوصاً اسلحہ کے معاملے میں، کمزوری کا باعث ہے اور اس طرح آزادی کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ لیکن فوجی قوت میں اضافہ خوش حالی اور علمی ترقی کے بغیر ممکن نہیں اور یہ ترقی اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ سیاسی نظام بھی سازگار نہ ہو۔"

خیرالدین پاشا یورپ کے سیاسی، عدالتی اور معاشی اداروں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بتاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ "یورپ والوں نے اسلامی تعلیمات کے تحت ترقی کا آغاز کیا ہے اور ہمیں اس چیز کو پھر حاصل کر لینا چاہیے جو ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہے وہ کہتے ہیں کہ یورپ میں استبدادی حکومت اور من مانا راج نہیں بلکہ وہاں حکومت عوام کے آگے ذمہ دار ہے اور قانون کو بالادستی حاصل ہے۔ وہ یورپ کی ان خصوصیات کو اختیار کرنے پر زور دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ "ماضی میں مسلمانوں میں یہ سب چیزیں تھیں۔ لبرٹی اور انصاف شریعت اسلامی کے دو بڑے اصول ہیں۔ حکمرانوں، وزیروں اور سرکاری حکام کا احتساب ضروری ہے اور ان کو عوام کے آگے جواب دہ ہونا چاہیے۔ احتساب شریعت کا اصول ہے اور اس کا مقصد ریاست کو صحیح راستے پر قائم رکھنا ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یہی ہے۔" احتساب کا اختیار خیرالدین پاشا عوام کو دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ان کو حکومت میں شریک کرنا لازمی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اسلام میں حل و عقد کا مقصد حکمران کو منتخب کرنا اور معزول کرنا ہے۔

خیرالدین پاشا لکھتے ہیں کہ قرآن میں شورائی عمل پر جو زور دیا گیا ہے اس کا مقصد حکمران کے اختیارات پر پابندی لگانا ہے۔ مشورہ لینا اسلام کے اہم ترین اصولوں میں سے ہے۔ وہ اپنے موقف کی تائید میں حضرت عمرؓ، حضرت علی کے دورِ خلافت اور تاریخ اسلام سے مثالیں پیش کرتے ہیں۔ انھوں نے بیعت کے طریقے کو مغربی انتخاب سے مشابہ قرار دیا ہے۔

خیرالدین پاشا اس حدیث کا کہ "حکمت مومن کا گم شدہ مال ہے اسے جہاں کہیں پاؤ لے لو۔" حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ مسلمان ان مغربی اداروں اور طریقوں کو اختیار کرنے سے بھی پرہیز کرتے ہیں جو شریعت کے خلاف نہیں ہوتے۔ لیکن یہ غلط طریق فکر

ہے۔ ہمیں اچھی بات جہاں کہیں بھی ملے اختیار کر لینا چاہیے۔ وہ تاریخ اسلام سے مثالیں دے کر بتاتے ہیں کہ مسلمانوں نے صدر اول میں کس طرح غیر مسلم ایرانیوں اور یونانیوں سے استفادہ کیا۔ خیر الدین پاشا لکھتے ہیں کہ لوگ مغرب کے مفید طریقے تو اختیار کرنے سے گریز کرتے ہیں لیکن وہ چیزیں لے لیتے ہیں جو نقصان دہ ہوتی ہیں مثلاً لباس اور معاشرتی طور طریقے۔

خیر الدین پاشا' دنیوی امور اور مذہبی امور کو اپنے وظیفوں کے لحاظ سے دو الگ چیزیں قرار دیتے ہیں، لیکن لکھتے ہیں کہ مسلمان بہرحال اپنے دنیوی اور مذہبی معاملات میں شریعت اللہ کے پابند ہیں۔

خیر الدین پاشا کے خیال میں مسلمانوں کی ترقی میں ایک دوسرے سے متضاد دو گروہوں کی موجودگی ایک رکاوٹ ہے۔ علمائے دین، جو شریعت جانتے ہیں لیکن دنیا نہیں جانتے اور چاہتے ہیں کہ دین کے احکام پورے کے پورے منطبق کر دیں، دوسرے سیاستدان، جو دنیا سے واقف ہیں لیکن دین سے واقف نہیں اور چاہتے ہیں کہ یورپ کا نظام پورا کا پورا دین کی طرف رجوع کیے بغیر منطبق کر دیں۔ ہم پہلے لوگوں سے کہیں گے کہ دنیا سے واقفیت پیدا کرو اور دوسرے گروہ سے کہیں گے کہ دین سے واقفیت پیدا کرو۔ ضروری ہے کہ دونوں گروہوں میں امتزاج ہو اور وہ ایک دوسرے سے تعاون کریں۔

خلدون الحصری نے لکھا ہے کہ سیاسی اور شہری آزادی کے جس مغربی تصور کا خیر الدین پاشا نے ذکر کیا ہے وہ آزادی کے روایتی، اسلامی اور شرعی تصور سے مختلف ہے اور انھوں نے انیسویں صدی کے سیاسی اداروں اور عمل کو اسلامی نظریات اور عمل کے مطابق ثابت کرنے کی جو کوشش کی ہے اس میں وہ ناکام رہے۔ لیکن خلدون الحصری کا یہ خیال اسلام کے ناکافی مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ جدید دور میں مصر، شام، پاکستان اور انڈونیشیا کے علما نے قرآن و حدیث اور خلفائے راشدین کے عمل سے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ انسان کے بنیادی حقوق، آزادی، جان و مال کا تحفظ، عدلیہ اور انتظامیہ کی ایک دوسرے سے علیحدگی، عوام کی نمائندگی، استبداد کی مخالفت، عین اسلامی اصول ہیں اور جہاں تک عدل اجتماعی کا تعلق ہے وہ حقیقی معنوں میں صرف اسلام میں ہے۔ قرون وسطیٰ میں بادشاہی نظام کی وجہ سے ان اصولوں پر خلافت راشدہ کے بعد پوری طرح عمل کرنے کا موقع نہ

مل سکا۔لیکن علمانے اپنے عمل سے اور اپنے قلم سے جب بھی موقع ملا ان اصولوں کی وضاحت کی ہے۔ اگر اسلامی لٹریچر میں جدید اصطلاحات استعمال نہیں کی گئی ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ اصول و نظریات اسلامی تعلیمات کے لیے اجنبی ہیں۔خیرالدین پاشا نے ان نظریات کی اپنے زمانے کے لحاظ سے وضاحت کی ہے۔ اب علمائے اسلام نے ان کو جدید ترین انداز سے پیش کر دیا ہے۔

ختم